مرزا خلیل احمد بیگ

اردو قواعد نویسی کی روایت

قواعد کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کسی بھی معیاری زبان کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ اس میں کتبِ لغات کے ساتھ ساتھ قواعدیں بھی موجود ہوں۔ قواعدیں زبان کی تفہیم میں بہت معاون ثابت ہوتی ہیں۔ زبان کی تحصیل و تدریس میں بھی یہ بنیادی کردار ادا کرتی ہیں اور اس کی ترویج و اشاعت کا مؤثر ذریعہ بنتی ہیں۔ قواعدیں کئی مقاصد کے تحت لکھی جاتی ہیں۔ اردو قواعد نویسی کی روایت کا جائزہ دو نکات کو پیشِ نظر رکھ کر لیا جاسکتا ہے:

۱۔ تاریخی (Chronological) اور

۲۔ موضوعی (Thematic)

اردو قواعد نویسی کا جائزہ جب تاریخی اعتبار سے لیا جاتا ہے تو اس کے بتدریج ارتقا کا پہلو مدِنظر ہوتا ہے، اور موضوعی اعتبار سے قواعد نویسی کے جائزے میں مقصد، غرض و غایت اور طریقِ کار کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔

جب ہم تاریخی اعتبار سے اردو قواعد نویسی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں سب سے پہلے اہلِ یورپ کی لکھی ہوئی قواعدیں دست یاب ہوتی ہیں جن کی مادری زبان اردو نہ تھی۔ یورپی قواعد نویسوں نے اردو زبان کو ہندستانی کے نام سے موسوم کیا تھا، کیوں کہ ان کے نزدیک ہندوستان میں عوامی رابطے کی یہی ایک زبان تھی جو صحیح معنی میں 'لنگوا فرینکا' کہی جاسکتی تھی۔ اس زبان کو سیکھے بغیر وہ اپنے قدم یہاں نہیں جما سکتے تھے اور زبان سیکھنے کے لیے قواعد و لغات کا ہونا بہت ضروری تھا۔

اس امر کا ذکر یہاں بے جا نہ ہوگا کہ یورپی قواعد نویسوں نے اردو کی جو قواعدیں لکھیں وہ اہلِ زبان کے لیے نہ تھیں، کیوں کہ اہلِ زبان کو اپنی زبان کی تحصیل کے لیے قواعد کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اردو کی سب سے پہلی قواعد سترھویں صدی کے اواخر میں ڈچ زبان میں لکھی گئی۔ اس کے بعد لاطینی، انگریزی، جرمن، فرانسیسی، پرتگالی اور اطالوی زبانوں میں اردو قواعد نویسی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اردو کی پہلی قواعد آج سے ۳۰۰ سال سے بھی پہلے لکھی گئی، اور اردو قواعد نویسی کی روایت سب سے پہلے اہلِ یورپ نے ہی قائم کی اور اس ضمن میں انھوں نے قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ اردو میں قواعد نویسی کا سلسلہ بہت بعد میں شروع ہوا۔ کیوں کہ اہلِ زبان نے اپنی زبان کی قواعد لکھنے پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ میر انشاء اللہ خاں انشا (۱۸۱۷ء–۱۷۵۲ء) پہلے مصنّف ہیں جنھیں اپنی زبان (اردو) کی قواعد لکھنے کا خیال آیا۔ لیکن انھوں نے اردو زبان کی قواعد اردو میں نہیں لکھی بلکہ فارسی کو ذریعہ اظہار بنایا۔

—۲—

یورپی زبانوں میں گذشتہ تین سو سال کے عرصے میں بے شمار اردو قواعدیں لکھی گئیں جن سے اہلِ یورپ میں اردو زبان کی ترویج و اشاعت اور فروغ میں کافی مدد ملی۔ یورپی قواعد نویسوں نے نہ صرف خود اردو زبان سیکھی، بلکہ اپنے ہم وطنوں کو بھی اردو زبان سے روشناس کرانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہر چند کہ یہ قواعدیں عصری تقاضوں اور وقتی ضروریات کے تحت لکھی گئی تھیں، تاہم ان کی لسانیاتی اہمیت اور تدریسی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ درجِ ذیل سطور میں اردو کے چند ممتاز یورپی قواعد نویسوں اور ان کی لکھی ہوئی قواعدوں (grammars) کا تاریخ وار ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ جون جوشوا کیٹیلر (Joan Joshua Ketelaar)

اردو کی سب سے پہلی گرامر لکھنے کا سہرا جون جوشوا کیٹیلر (۱۷۱۸ء–۱۶۵۹ء) کے سر ہے اس نے یہ گرامر آج سے ۳۰۰ سال قبل ڈچ زبان میں لکھی جو ہندوستانی یعنی اردو زبان کی پہلی

گرامر Grammatica Hindustanica کہلائی۔

کیٹیلر پروشیا (اب پولینڈ) کے شہر ایلبنگ (Elbing) میں پیدا ہوا تھا جہاں جرمن زبان بولی جاتی تھی۔ اس کا باپ ایک جلد ساز (bookbinder) تھا لیکن کیٹیلر کو اس پیشے سے ذرا بھی دل چسپی نہ تھی۔ وہ کچھ عرصے تک مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث رہا اور اِدھر اُدھر گھومتا پھرتا رہا، بالآخر اس نے ۱۶۸۲ء میں، جب وہ محض ۲۳ سال کا تھا، ایمسٹرڈم (Amsterdam) جا کر ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کر لی اور ایک سال بعد ہندوستان (سورت) آ گیا۔ پہلے وہ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی میں ایک کلرک تھا پھر ترقی کرتے کرتے اس کمپنی کے ڈائریکٹر آف ٹریڈ کے عہدے تک پہنچ گیا۔ اٹھارھویں صدی کے اوائل (۱۷۱۲ء۔۱۷۰۸ء) میں اس نے مغل درباروں (بہ عہدِ بہادر شاہ اور جہاندار شاہ) میں ڈچ سفیر کے فرائض بھی انجام دیے۔ ۱۷۱۵ء میں وہ ڈچ سفارت کار کی حیثیت سے ایران پہنچا۔ لیکن تین سال بعد جب وہ وہاں سے واپس آ رہا تھا تو راستے میں اس کی طبیعت ناساز ہوگئی اور بندر عباس (ایران) کے مقام پر ۱۷۱۸ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اسے وہیں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

جون جوشوا کیٹیلر اگرچہ ایک جرمن تھا، لیکن اس نے ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین کو اردو زبان سے روشناس کرانے کے لیے اپنی ہندستانی گرامر *Grammatica Hindustanica* ڈچ زبان میں لکھی اور اردو الفاظ و عبارات کے لیے رومن نقلِ حرفی (transliteration) کا استعمال کیا۔ اس گرامر کے بارے میں ۱۹۳۵ء تک مستشرقین کی یہ عام رائے تھی کہ یہ ضائع ہوچکی ہے۔ لیکن ڈچ مستشرق جین فلپ ووگل (۱۹۵۸ء۔۱۸۷۱ء) نے ۱۹۳۶ء میں ایک مضمون لکھ کر یہ انکشاف کیا کہ کیٹیلر کی ہندستانی گرامر کا قلمی نسخہ نیشنل آرکائیوز دی ہیگ (ہالینڈ) میں محفوظ ہے۔[1]

کیٹیلر نے ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کاموں کے سلسلے میں ہندوستان کے مختلف شہروں کا دورہ کیا تھا۔ وہ آگرہ بھی گیا تھا۔ متعلقہ دستاویزات سے یہ پتا چلتا ہے کہ کیٹیلر نے ۱۶۹۶ء اور ۱۶۹۷ء میں آگرے میں قیام کیا تھا۔ اس نے ڈچ زبان میں ہندستانی گرامر آگرے ہی میں اپنے قیام کے دوران میں لکھی۔ اس گرامر کی نقل کیٹیلر کے ایک قریبی دوست آئزک وین درہوف

(Issac van der Hoeve) نے لکھنؤ میں ۱۶۹۸ء میں تیار کی۔ یہ غالباً ذاتی استعمال کے لیے تیار کی گئی تھی۔ دی ہیگ کے نیشنل آرکائیوز (National Archives, The Hague) میں کیٹیلر کی ہندستانی گرامر کا جو قلمی نسخہ محفوظ ہے وہ یہی قلمی نسخہ ہے۔ اس قلمی نسخے کے علاوہ کیٹیلر کی متذکرہ ہندستانی گرامر کے دو اور قلمی نسخے بھی دستیاب ہوئے ہیں جن میں سے ایک نسخہ پیرس (فرانس) کی فنڈیشن کسٹوڈیا لائبریری (Fundation Custodia Llibrary) کا مخزونہ ہے اور دوسرا قلمی نسخہ نیدرلینڈ کی یوتریخت یونی ورسٹی لائبریری (Utrecht University Library) میں محفوظ ہے۔

کیٹیلر کی ہندستانی گرامر کے بارے میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جس میں تیج کرشن بھاٹیا (Tej. K. Bhatia) کی کتاب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔[2] لیکن اس کتاب میں بھاٹیا نے کیٹیلر کی اس گرامر کو ہندی گرامر کی شکل دے کر پیش کیا ہے، جب کہ یہ کسی اعتبار سے بھی ہندی گرامر نہیں کہی جاسکتی۔ اسے نہ تو مصنف (کیٹیلر) نے ہندی گرامر کہا ہے اور نہ اس کے بعد کے کسی محقق یا مستشرق نے اسے ہندی گرامر کا نام دیا ہے۔ اسے ہندی گرامر کہنا سراسر علمی بددیانتی ہے۔ گوپی چند نارنگ نے اپنے ایک مضمون ''اورنگ زیب کے زمانے کی اردو نثر اور ہندستانی، یعنی اردو زبان کی پہلی گرامر'' میں اس کے خلاف سخت آواز اٹھائی ہے اور دلائل و براہین سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ کیٹیلر کی یہ ہندستانی گرامر درحقیقت اردو زبان کی گرامر ہے، نہ کہ ہندی کی۔[3]

۲۔ ڈیوڈ ملز (David Mills)

ڈیوڈ ملز (۱۷۵۶ء۔۱۶۹۲ء) ایک ڈچ مستشرق (Dutch orientalist) تھا۔ اس کے بارے میں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ یوتریخت یونی ورسٹی، نیدر لینڈز میں دینیات اور مشرقی زبانوں کا پروفیسر (Professor of Theology and Oriental Languages) تھا۔ اس نے کیٹیلر کی ہندستانی گرامر کا لاطینی (Latin) زبان میں ترجمہ کیا، لیکن یہ ترجمہ جزوی تھا اور کئی اعتبار سے ناقص بھی۔ ڈیوڈ ملز نے کیٹیلر کی گرامر کے اس لاطینی ترجمے کو اپنے

Dissertationes Selectae کے ساتھ شامل کر کے ۱۷۴۳ء میں لائیڈن (نیدرلینڈز) سے شائع کیا تھا۔

۳۔ بنجمن شلز (Benjamin Schultze)

بنجمن شلز (۱۷۶۰ء۔۱۶۸۹ء) ایک عیسائی مشنری تھا جو جرمنی میں پیدا ہوا تھا اور وہاں کے شہر ہالی (Halle) میں رہ کر اس نے دینیات (Theology) کی تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ تیس سال کی عمر میں (۱۷۱۹ء میں) ہندوستان آ گیا تھا۔ اس کا تعلق ڈینش ہالی مشن (Danish-Halle Mission) سے تھا جس کی سرگرمیوں کا مرکز جنوبی ہند تھا۔ اس نے لاطینی میں ہندستانی (اردو زبان) کی گرامر *Grammatica Hindustanica* کے نام سے لکھی جو ہالی (جرمنی) سے ۱۷۴۴ء میں شائع ہوئی۔ اس گرامر کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں ہندستانی یعنی اردو الفاظ عربی فارسی (Perso-Arabic) خط میں رومن Transliteration کے ساتھ دیے ہوئے ہیں۔ بنجمن شلز نے اپنی گرامر میں جون جوشوا کیٹیلر (۱۷۱۸ء۔۱۶۵۹ء) کی ہندستانی گرامر کا ذکر کیا ہے۔ اغلب ہے کہ شلز کی نظر سے ڈیوڈ ملز کا کیٹیلر کی گرامر کا لاطینی ترجمہ گزرا ہوگا جو لائیڈن (نیدرلینڈز) سے ۱۷۴۳ء میں شائع ہوا تھا۔

بنجمن شلز کی متذکرہ گرامر کا ابواللیث صدیقی نے ہندستانی گرامر کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا جو انھی کے سیر حاصل مقدمے کے ساتھ مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور (پاکستان) کی جانب سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا۔ اس ترجمے کے ساتھ کتاب کا اصل متن بھی شامل ہے۔[۴]

۴۔ کیپٹن جارج ہیڈلے (Cap. George Hadley)

جارج ہیڈلے (م۔۱۷۹۸ء) ایک انگریز آرمی افسر تھا۔ اس کا تعلق ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنگال آرمی سے تھا۔ وہ ۱۷۶۳ء میں ہندوستان آیا تھا۔ یہاں اس کا سابقہ ان فوجیوں سے پڑا جن کی عام بول چال کی زبان اردو تھی جسے انگریز 'ہندستانی' کے علاوہ 'مورس' (Moors) بھی کہتے

تھے۔ ہیڈلے اردو یا ہندستانی سے قطعی ناواقف تھا۔ اس نے سوچا کہ جب تک کہ ان کی زبان سے واقفیت حاصل نہ کر لی جائے ان کے ساتھ کام کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ اس نے اردو زبان سیکھنے کا تہیہ کر لیا، لیکن اس زمانے میں اسے نہ تو اردو کی کوئی ڈکشنری ملی اور نہ کوئی گرامر۔ ایسی صورت میں اس نے اپنے طور پر اردو گرامر سے متعلق کچھ مواد اکٹھا کرنا شروع کر دیا جو اس کے ایک دوست کے ہاتھ لگ گیا۔ یہی مسودہ لندن کے ایک پبلشر نے ۱۷۷۱ء میں کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ بعد میں ہیڈلے نے اپنی اس گرامر میں بعض ترمیمات کیں اور ایک نیا ایڈیشن تیار کیا جو لندن ہی سے ۱۷۷۲ء میں درج ذیل نام سے شائع ہوا:

> Grammatical Remarks on the Practical and Vulgar Dialect of the Indostan Language, Commonly called Moors, with a Vocabulary, English and Moors.

اس گرامر کا چوتھا اضافہ شدہ (enlarged) ایڈیشن ہیڈلے کے انتقال سے دو سال قبل ۱۷۹۶ء میں شائع ہوا۔ یہ گرامر ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسروں کو ہندستانی (اردو) سے روشناس کرانے میں نہایت معاون ثابت ہوئی اور اپنی مقبولیت کی بنا پر ہیڈلے کے انتقال کے بعد بھی کئی بار شائع ہوئی۔ بنجمن شلز کی (۱۷۴۴ء) *Grammatica Hindustanica* کے بعد اٹھارھویں صدی عیسوی کی یہ دوسری اہم اردو گرامر ہے۔

۵۔ جان بورتھوک گِل کرسٹ (John Borthwick Gilchrist)

جان بورتھوک گِل کرسٹ (۱۸۴۱ء۔۱۷۵۹ء) پیشے کے لحاظ سے ایک سرجن تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی میڈیکل سروس سے منسلک تھا۔ وہ ۱۷۸۲ء میں ہندوستان آیا تھا۔ اس نے یہاں رہ کر محض اپنے شوق اور لگن سے اردو زبان سیکھی اور بہت جلد اس پر عبور حاصل کر لیا۔ جب کلکتے میں ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج قائم ہوا تو گِل کرسٹ کو اس کے ہندستانی شعبے کا صدر مقرر کیا گیا۔ یہ ہندستانی شعبہ خصوصی طور پر اردو کی درس و تدریس اور اردو کے تصنیفی و تالیفی کاموں کو سرانجام دینے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ گِل کرسٹ نے فورٹ ولیم کالج کے قیام سے قبل اور اس

سے منسلک ہونے کے بعد بھی اردو زبان و ادب کی گراں بہا خدمات انجام دیں۔ اس نے اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں *A Grammar of the Hindoostanee Language* کے نام سے اردو زبان کی گرامر لکھی جو کلکتے سے ۱۷۹۶ء میں شائع ہوئی۔[۵]

۶۔ جان شیکسپیئر (John Shakespear)

جان شیکسپیئر (۱۸۵۸ء-۱۷۷۴ء) ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملٹری سیمی نری (Seminary) واقع ایڈس کامبی (Addiscombe)، سرے (انگلستان) میں مشرقی زبانوں (Oriental Languages) کا پروفیسر تھا۔ اس سیمی نری کے قیام کا مقصد ان نوجوان افسروں کو تربیت یافتہ بنانا تھا جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہندوستان میں قائم شدہ پرائیوٹ آرمی میں خدمات انجام دینے پر مامور کیے جاتے تھے۔ جان شیکسپیئر نے یہیں رہ کر *A Grammar of the Hindustani Language* کے نام سے اردو گرامر لکھی جو لندن سے پہلی بار ۱۸۱۳ء میں شائع ہوئی۔ اس گرامر کے سرورق پر کتاب اور مصنف کے نام کے نیچے اردو رسم الخط میں دو شعر یوں درج ہیں:

سخن کے طلبگار ہیں عقلمند　　سخن سے ہے نامِ نکو یاں بلند
سخن کی کریں قدر مردانِ کار　　سخن نام ان کا رکھے برقرار

یہ گرامر نو ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے آخر میں ضمیمہ (appendix) بھی شامل ہے۔ اس گرامر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ اگرچہ انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے لیکن جہاں جہاں اردو الفاظ، مثالیں اور گردانیں آئی ہیں، وہاں انھیں اردو رسم الخط ہی میں لکھا گیا ہے اور ان کے معنی انگریزی میں دیے گئے ہیں۔ اس گرامر میں اردو کے لیے کہیں بھی رومن transliteration کا استعمال نہیں کیا گیا ہے اور اردو الفاظ راست اردو رسم الخط میں لکھے گئے ہیں۔ اس کی ایک مثال گرامر کے تیسرے باب "On the Noun" (اسم) سے یہاں نقل کی جاتی ہے:

> "Nouns may be divided into primitive and derivative, substantive and adjective, as well as into masculine and feminine. Those which apparently proceed from no other word in the language, are primitive, but, on the contrary, such as spring from verbs or other nouns may be termed derivative. A noun substantive is the name of a thing whether real or imaginary; an adjective is a word attributive of some quality or distinction to the substantive with which it is used thus, گھوڑا *a horse*, is a primitive noun substantive, and اچھا *good*, an adjective of the same description; but بولی *speech* is derivative from بول *speak*, as ہندی *Indian* is from ہند *India*.[۶]

لیکن اس گرامر کی بعد کی اشاعتوں میں اردو میں لکھے ہوئے الفاظ کے رومن transliteration بھی دیے گئے ہیں۔ یہ گرامر اتنی زیادہ مقبول ہوئی کہ شیکسپیئر کی زندگی میں متعدد بار شائع ہوئی۔ اس کا چھٹا ایڈیشن اس کے انتقال سے تین سال قبل ۱۸۵۵ء میں شائع ہوا۔ شیکسپیئر کی اس گرامر کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں لفظ 'اردو' بہ طور مفرد، اسم لسان کے معنی میں رائج ہو چکا تھا اور ہندوستان میں بالعموم اردو زبان ہی کا سب سے زیادہ چلن تھا، اگرچہ اسی زمانے میں یہ زبان 'ریختہ'، 'ہندی' اور 'ہندوستانی' کے نام سے بھی جانی جاتی تھی۔ شیکسپیئر اپنی متذکرہ گرامر کے پہلے باب میں لکھتا ہے:

> The dialect most generally used in India, especially among the Muhammadan inhabitants, the officers of government and the military, is called Urdu (Camp) or Urdu Zaban (Camp- language), which seems to have been its first and most appropriate appellations: but, it is also termed Rekhta (scattered)..., though this name is said to be more peculiarly applied to poetick compositions... the regious in which it has become current, it is moreover called Hindi and Hindustani.[۷]

۷۔ کیپٹن ولیم پرائس (Cap. William Price)

کیپٹن ولیم پرائس نے ہندوستانی، فارسی اور عربی کی سہ لسانی گرامر مرتب کی جس کا نام اس

A Grammar of the three Principal Oriental Languages, Hindoostanee, Persian and Arabic نے رکھا۔ یہ گرامر لندن سے ۱۸۲۳ء میں شائع ہوئی۔ ''ہندوستانی'' سے یہاں مراد اردو زبان ہے۔ اردو کا چونکہ عربی اور فارسی زبانوں سے گہرا لسانی رشتہ رہا ہے اس لیے ان تینوں زبانوں میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ ان کے تقابلی مطالعے سے نہ صرف ان کی مشترک خصوصیات کا پتا چلتا ہے بلکہ اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اردو نے کس حد تک عربی اور فارسی سے استفادہ کیا ہے۔ اردو کے حوالے سے تقابلی قواعد (Comparative Grammar) ترتیب دیے جانے کی غالباً یہ پہلی کوشش ہے۔

۸۔ گارسیں دتاسی (Garcin de Tassy)

گارسیں دتاسی (۱۸۷۸ء۔ ۱۷۹۴ء) ایک فرانسیسی مستشرق تھا۔ وہ کبھی ہندوستان نہیں آیا۔ اس نے فرانس ہی میں رہ کر اردو زبان و ادب کی گراں بہا خدمات انجام دیں۔ اس نے اردو کے علاوہ عربی اور فارسی زبانیں بھی سیکھیں۔ اس کی اردو گرامر *Rudimens de la langue Hindoustani* کے نام سے پیرس سے ۱۸۲۹ء میں شائع ہوئی۔

۹۔ ولیم ییٹس (William Yates)

ولیم ییٹس نے اپنی اردو گرامر *Introduction to the Hindustani Language* تین حصوں میں لکھی۔ اس کا پہلا حصہ "A Grammar" اردو قواعد کی بحث پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصے "Vocabulary" میں اردو الفاظ کا احاطہ کیا گیا ہے اور تیسرے حصے "Reading Lessons" میں ریڈنگ کے اسباق دیے ہوئے ہیں۔ یہ گرامر کلکتے سے بپٹسٹ مشن پریس (Baptist Mission Press) کے زیرِ اہتمام ۱۸۳۶ء میں شائع ہوئی۔

۱۰۔ جیمز رابرٹ بیلن ٹائن (James Robert Ballantyne)

بیلن ٹائن کی اردو گرامر *A Grammar of the Hindustani Language:*

Followed by a Series of Grammatical Exercises, etc. لندن سے ۱۸۳۸ء میں شائع ہوئی۔

۱۱۔ ڈنکن فاربس (Duncan Forbes)

ڈنکن فاربس (۱۸۶۸ء۔ ۱۷۹۸ء) لندن کے کنگس کالج (King's College) میں مشرقی زبانوں اور ادب کا پروفیسر تھا۔ اس نے اردو گرامر *A Grammar of the Hindustani Language, in the Oriental and Roman Character* کے نام سے لکھی جو لندن سے ۱۸۵۵ء میں شائع ہوئی۔ اس گرامر کا جدید ایڈیشن لندن ہی سے ۱۸۶۲ء میں شائع ہوا۔ یہ گرامر انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے اور اردو الفاظ "Persi.Arabic" (فارسی عربی) خط میں رومن transliteration کے ساتھ دیے گئے ہیں۔

گرامر کے آخر میں ۴۰ صفحات پر مشتمل اردو حروف تہجی کے اعتبار سے "Vocabulary" کے تحت اردو الفاظ (عربی فارسی خط میں) دیے گئے ہیں۔ پھر رومن خط میں ان کے transliterations ہیں۔ اس کے بعد انگریزی میں ان کے معنی دیے گئے ہیں۔ اس بات کی بھی صراحت کی گئی ہے کہ یہ لفظ مذکر (.m) ہے یا مؤنث (.f)، نیز یہ لفظ عربی (a) ہے یا فارسی (p)۔ ''ا'' (الف) کے تحت جو الفاظ درج ہیں ان میں سے شروع کے تین الفاظ یہاں مثالاً پیش کیے جاتے ہیں:

اب	ab. now, presently; ab tak, till now; ab-ka, of now, of the present time.
آب	aab, m. water, lustre.p
ابتدا	ibtida, f. beginning. a

ڈنکن فاربس کی اس گرامر کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ وہ اردو زبان سے بہ خوبی واقف تھا اور اردو قواعد پر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

۱۲۔ مونیئر ولیمز (Monier Williams)

مونیئر ولیمز (۱۸۹۹ء۔ ۱۸۱۹ء) اگرچہ بمبئی (اب ممبئی) میں پیدا ہوا تھا، لیکن اس کی تعلیم و تربیت انگلستان میں ہوئی تھی۔ وہ یونی ورسٹی کالج، اوکسفرڈ کا فارغ التحصیل تھا۔ اسے Sir Monier Monier-Williams کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ وہ سنسکرت کا عالم تھا اور اوکسفرڈ یونی ورسٹی (انگلستان) میں بوڈن سنسکرت پروفیسر (Boden Professor of Sanskrit) کے عہدے پر فائز تھا۔ اس نے سنسکرت زبان کی قواعد لکھی اور انگریزی۔سنسکرت سے لغت بھی ترتیب دی۔ اسے ہندوازم اور بدھ ازم سے گہری دل چسپی تھی۔ چنانچہ ان موضوعات پر اس کی کئی تصانیف پائی جاتی ہیں۔ وہ اردو زبان سے بھی بہ خوبی واقف تھا۔ اس نے اردو کی عملی قواعد لکھی جس کا نام *A Practical Hindustani Grammar* رکھا۔ یہ لندن سے پہلی مرتبہ ۱۸۶۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد اس کے کئی اور ایڈیشن نکلے۔ یہ گرامر انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے اور اردو الفاظ رومن خط میں دیے گئے ہیں۔ ہر اردو لفظ کے ساتھ اس کے معنی بھی انگریزی میں دیے گئے ہیں، مثلاً "Verb" (فعل) کے بیان میں درج ذیل اردو الفاظ ملتے ہیں:

> main hun, 'I am'.
> tu hai, 'thou art.'
> wuh hai, 'he','she', or 'it is'.(۸)

اس گرامر کے ابتدائی چند صفحات میں مونیئر نے جہاں اردو حروف تہجی، اعراب وعلامات، حروفِ علت، تلفظ اور اضافت وغیرہ سے بحث کی ہے وہاں اردو کی تمام مثالیں اس نے رومن transliteration کے ساتھ اردو رسم خط میں دی ہیں اور ان کے معنی انگریزی میں دیے ہیں۔ مثلاً ''تشدید'' کے بارے میں وہ لکھتا ہے:

> *Tashdid* (meaning 'a strengthening') placed over a letter, doubles it, and divides the shid-dat شِدّت syllable distinctly; as, 'force'.(۹)

۱۳۔ جان ڈاؤسن (John Dowson)

جان ڈاؤسن نے *A Grammar of the Urdu or Hindustani Language* کے نام سے اردو زبان کی گرامر لکھی جو لندن سے ۱۸۷۲ء میں شائع ہوئی۔ اس گرامر کا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن بھی لندن ہی سے علی الترتیب ۱۸۸۷ء اور ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔

۱۴۔ جان ٹی پلیٹس (John T. Platts)

جان ٹی پلیٹس (۱۹۰۴ء۔ ۱۸۳۰ء) کا تعلق اوکسفرڈ یونی ورسٹی سے تھا۔ اس نے لندن سے ۱۸۷۴ء میں *A Grammar of the Hindustani or Urdu language* شائع کی جو اردو کی ایک معیاری قواعد تسلیم کی گئی ہے۔ پلیٹس ایک بہترین قواعد نویس تھا۔ اس کی تعریف جارج اسمال (George Small) نے اپنی گرامر *A Grammar of the Urdu or Hindustani Language in its Romanized Character* (1895) کے دیباچے میں کی ہے اور اسے "the best Urdu grammarian" قرار دیا ہے اور اس کی گرامر کو "admirable and exhaustive grammar" کہا ہے اور اسے اپنے لیے ایک "Model" (نمونہ) تصور کیا ہے۔(۱۰)

۱۵۔ ایڈورڈ ہنری پامر (Edward Henry Palmer)

پامر نے کیپٹن ولیم پرائس (Cap. William Price) کی طرح اردو، فارسی اور عربی کی سہ لسانی گرامر *A Simplified Grammar of Hindustani, Persian and Arabic* کے نام سے لکھی جو لندن سے ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی۔

۱۶۔ کیمیلو تگلیابو (Camillo Tagliabue)

تگلیابو نے اطالوی (Italian) بولنے والوں کو اردو سکھانے کے مقصد سے اطالوی زبان میں

اردو گرامر لکھی جس کا نام اس نے *Grammatica della lingua Indostana o Urdu* رکھا۔ یہ گرامر اٹلی کے مشہور اشاعتی ادارے لوشر (Loescher) سے ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی۔

۱۷۔ اے سیڈل (A. Seidel)

اے سیڈل (۱۹۱۶ء۔ ۱۸۶۳ء) نے جرمن زبان میں اردو گرامر لکھی جس کا نام ہے، *Theoretisch- praktischegrammatik der hundustani-sprache mit zahireichen uebungstucken in arabi scher schrift.* یہ گرامر ۱۸۹۳ء میں وین (Wien) سے شائع ہوئی۔ Wien، ویانا (Vienna) کا جرمن نام ہے جو ان دنوں آسٹریا کا دارالخلافہ ہے۔

۱۸۔ جارج اسمال (George Small)

جارج اسمال ایک انگریز مشنری تھا جس کی سرگرمیوں کا تعلق ہندوستان سے تھا۔ اس نے مشرقی زبانوں (Oriental Languages) کی تدریس کا کام بھی انجام دیا تھا۔ جارج اسمال کی اردو گرامر کا نام *A Grammar of the Urdu or Hindustani Language in its Romanized Character* ہے۔ یہ گرامر کلکتے سے ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے، لیکن جیسا کہ اس کے نام سے بھی ظاہر ہے اس میں رومن (Roman) خط کا استعمال کیا گیا ہے۔ پوری گرامر میں اردو الفاظ، نیز اردو گردانیں وغیرہ سب رومن خط میں دی ہوئی ہے۔ صرف پہلے باب میں جہاں جارج اسمال نے اردو حروفِ تہجی اور اعراب و علامات سے بحث کی ہے وہاں اردو رسم خط کا رومن transliteration کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ یہ گرامر آٹھ ابواب پر مشتمل ہے اور صفحات کی کل تعداد ۲۰۵ ہے۔ جارج اسمال کے ذہن میں یہ گرامر ترتیب دینے کا خیال اس وقت پیدا ہوا جب وہ *Anglo-Urdu Medical Manual* تیار کر رہا تھا۔ وہ مبتدیوں کو اردو قواعد کا ایسا مواد فراہم کرنا چاہتا تھا جسے وہ زبان کی تفہیم میں عملی طور پر استعمال

کر سکیں۔ لیکن یہ کام اتنا بڑھ گیا کہ اسے اس کے گرامر والے حصے کو علاحدہ کتابی شکل دینی پڑی۔

متذکرہ گرامر کے آخر میں اسلامی (قمری) اور ہندی مہینوں کے نام اور اردو، فارسی اور ہندی دنوں کے نام دیے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ رومن خط میں ہے۔ جارج اسمال نے گرامر کے نام ہی میں اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ یہ گرامر "Romanized Character" میں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستانی زبانوں بالخصوص اردو کو ضبطِ تحریر میں لانے میں رومن خط کو مقبول بنانا چاہتا تھا۔ اس امر کی جانب اشارہ اس گرامر کے دیباچے میں بھی پایا جاتا ہے۔

سطور بالا میں اردو کے جن یورپی قواعد نویسوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں روسی قواعد نویس شامل نہیں ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہلِ یورپ کی طرح روسیوں نے بھی اردو قواعد نویسی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، اور نہ صرف روسی زبان میں، بلکہ اردو زبان میں بھی اردو قواعدیں لکھی ہیں۔ ایسے قواعد نویسوں میں بارانیکوف (Baranikof)، بیسکر ووِنی (Beskrovny)، ڈیگار نیتسکی (Degarnetsky)، دیمش تش (Demshtis) اور سونیا چرنکووا (Sonia Chemikova) کے نام خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

روسی اردو اسکالر سونیا چرنکووا اردو زبان میں بہت اچھی مہارت رکھتی ہیں۔ انھیں اردو تحریر و تقریر پر اہلِ زبان جیسی قدرت حاصل ہے۔ انھوں نے اردو قواعد پر اپنی کتاب 'اردو افعال' اردو زبان میں لکھی جو ۱۹۸۹ء میں حکومتِ ہند کے سرکاری ادارے ترقی اردو بیورو (نئی دہلی) سے شائع ہوئی۔[۱۱] اس سے پہلے ان کی ایک کتاب 'اردو کے صیغے' پروگریسو اشاعت گھر، ماسکو سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب بھی اردو ہی میں لکھی گئی ہے۔ سونیا چرنکووا کو اردو سے والہانہ لگاؤ ہے۔ وہ اپنی کتاب **اردو افعال** کے دیباچے ''عرضِ مصنف'' میں لکھتی ہیں کہ ''مجھے اردو بہت عزیز ہے... یہ خوب صورت زبان نہ صرف زندہ رہے گی، بلکہ اس کا حسن وقت کے ساتھ ساتھ اور بھی نکھرے گا۔''

سونیا چرنکووا نے اپنی متذکرہ کتاب میں اردو افعال کا جس شرح و بسط کے ساتھ توضیحی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے اس کی کوئی اور مثال اردو میں نہیں پائی جاتی۔ متذکرہ کتاب چھے ابواب

پر مشتمل ہے جن میں اردو 'فعل' کی ساختوں، صیغوں، زمانوں، نیز فعلی مرکبات کی توضیح و تجزیہ نہایت دقتِ نظر کے ساتھ سائنٹفک انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں ''کتابیات'' کے تحت گیارہ صفحات پر مشتمل اردو اور انگریزی کی ان کتابوں کی ایک جامع فہرست دی گئی ہے جن سے مصنفہ نے استفادہ کیا ہے۔[۱۲] پوری کتاب ۳۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

متذکرہ کتاب سونیا چرنکوا کی برسوں کی تحقیق اور قواعد کے مسائل بالخصوص اردو افعال پر ان کے گہرے غور و فکر کا نتیجہ ہے۔[۱۳] اس کتاب کے مطالعے سے نہ صرف ان کی اردو زبان پر مضبوط گرفت کا اندازہ ہوتا ہے، بلکہ ان کی لسانیاتی بصیرت اور مواد کے معروضی اور سائنسی تجزیے کا بھی پتا چلتا ہے جس کے لیے وہ بجا طور پر داد و تحسین کی مستحق ہیں۔

—۳—

جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا جا چکا ہے، اردو قواعد نویسی کی روایت کا آغاز اہلِ یورپ کے ہاتھوں ہوا، جنھوں نے مختلف یورپی زبانوں میں اردو قواعد میں لکھیں۔ یہ سلسلہ سترھویں صدی کے اواخر سے شروع ہوا اور کم و بیش بیسویں کے اوائل تک جاری رہا۔ دو ڈھائی سو سال کے اس عرصے میں اہلِ یورپ نے بے شمار اردو قواعدیں لکھیں جن سے اردو کے لسانیاتی ادب میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ لیکن یہ قواعد نویس اہلِ زبان نہ تھے، یعنی ان کی مادری زبان اردو نہ تھی اور نہ یہ قواعدیں ان لوگوں کے لیے لکھی گئی تھیں جن کی مادری زبان اردو تھی۔

میر انشاء اللہ خاں انشاء (۱۸۱۷ء - ۱۷۵۲ء) پہلے ہندوستانی اہلِ زبان ہیں جنھیں اردو قواعد نویسی کا خیال آیا، لیکن انھوں نے اردو قواعد (اپنی مادری زبان) اردو میں نہیں، بلکہ دریائے لطافت (۱۸۰۷ء) کے نام سے فارسی زبان میں لکھی جو ان کے انتقال (۱۸۱۷ء) کے تینتیس سال بعد یعنی ۱۸۵۰ء میں مرشد آباد سے شائع ہوئی۔

دریائے لطافت کا اردو میں ترجمہ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی (۱۹۵۵ء-۱۸۶۶ء) نے کیا جو مولوی عبدالحق (۱۹۶۱ء-۱۸۶۹ء) کے مقدمے کے ساتھ ۱۹۳۵ء میں انجمن ترقیِ اردو

(اورنگ آباد) سے شائع ہوا۔ دریائے لطافت کو اکیلے انشاء کی تصنیف قرار دینا غلط ہوگا۔ اس کی تالیف میں ان کے دوست مرزا محمد حسن قتیل بھی شریک رہے ہیں۔

انشاء اللہ خاں انشاء کے بعد سرسیّد احمد خاں (۱۸۹۸ء - ۱۸۱۷ء) دوسرے غیر یورپی اہلِ زباں جنھوں نے اردو قواعد نویسی میں دل چسپی لی اور قواعدِ صرف و نحو زبان اردو کے نام سے ۱۸۴۰ء میں ایک کتاب لکھی۔ یہ اردو میں لکھی ہوئی اردو زبان کی پہلی قواعد ہے جس کا مصنف اہلِ زبان ہے۔ جب یہ قواعد صورت پذیر ہوئی تو اس وقت سرسیّد کی عمر صرف تیئیس برس کی تھی۔ یہ ان کی اوّلین تصنیف ہے۔ عبدالغفار شکیل (۲۰۱۶ء-۱۹۳۰ء) کی اطلاع کے مطابق ''اس کتاب کا صرف ایک مخطوطہ خود سرسیّد کے ہاتھوں کا لکھا ہوا مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ میں محفوظ و موجود ہے۔''[۱۴] یہ قواعد ابتدائی نوعیت کی ہے اور اس کی زبان بھی سلاست اور روانی سے عاری ہے، نیز جملوں کی ثقالت اور نحوی ناپختگی بری طرح کھٹکتی ہے۔

سرسیّد احمد خاں کے بعد امام بخش صہبائی کی اردو قواعد موسوم بہ رسالہ قواعدِ صرف و نحو بھی دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد اردو میں قواعد نویسی کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا اور انیسویں صدی کے نصفِ دوم اور بیسویں صدی کے دوران میں درسی ضروریات کے تحت بے شمار اردو قواعدیں لکھی گئیں۔ گزشتہ ڈیڑھ سو سال کے عرصے میں اردو میں اردو زبان کی جو قواعدیں لکھی گئیں ان کی ایک تاریخ اور فہرست یہاں پیش کی جاتی ہے (جو نامکمل ہے):[۱۵]

۱۔ مرزا نثار علی بیگ، رسالہ قواعد اردو (حیدرآباد [دکن]، ۱۸۶۰ء)
۲۔ مولوی کریم الدین، تسہیل القواعد (لاہور، ۱۸۶۵ء)
۳۔ محمد حسین خاں، منتخب قواعدِ اردو (مدراس، ۱۸۷۳ء)
۴۔ راجا شیو پرساد، اردو صرف و نحو (کانپور، ۱۸۷۵ء)
۵۔ بالک رام، مختصر قواعدِ اردو (امرتسر، ۱۸۷۵ء)
۶۔ پیارے لال، قواعدِ اردو (۱۸۷۹ء)

۷۔ مولوی محمد احسن، قواعدِ اردو (الٰہ آباد، ۱۸۸۲ء)

۸۔ گوجرمل جالندھری، وکیل القواعد (لاہور، ۱۸۹۰ء)

۹۔ کابلی سنگھ، قواعدِ اردو (راولپنڈی، ۱۸۹۱ء)

۱۰۔ مولوی فیروز الدین ڈسکوی، اردو قواعد فیروزی (سیال کوٹ، ۱۸۹۲ء)

۱۱۔ منشی کنھیا لال، مفید القواعد (لاہور، ۱۸۹۳ء)

۱۲۔ مکھن سنگھ، شمس القواعد (ہوشیار پور، ۱۸۹۸ء)

۱۳۔ پنڈت نوتن داس، مصباح القواعد (ڈیرہ اسمٰعیل خاں ۱۸۹۸ء)

۱۴۔ فتح محمد جالندھری، مصباح القواعد (لاہور، ۱۹۰۴ء)

۱۵۔ محمد عبدالحی اعجاز، اشرف القواعد (امرتسر، ۱۹۱۲ء)

۱۶۔ لچھمن داس، اردو گرامر جدید (لاہور، ۱۹۱۳ء)

۱۷۔ مولوی عبدالحق، اردو قواعد (لکھنؤ، ۱۹۱۴ء)

۱۸۔ سیّد تبارک حسن، خزینۃ القواعد (دہلی، ۱۹۱۷ء)

۱۹۔ علی احمد خاں اسیر، قواعداردو (بدایوں، ۱۹۱۹ء)

۲۰۔ عشرت لکھنوی، اصولِ اردو (لکھنؤ، ۱۹۲۰ء)

۲۱۔ سیّد تفضّل حسین، قائد القواعد (حیدرآباد [دکن]، ۱۹۲۵ء)

۲۲۔ جلال الدین حیدر، قواعدِ اردو (الٰہ آباد، ۱۹۲۸ء)

۲۳۔ فتح الدین چوہدری، مراۃ القواعد (لاہور، ۱۹۳۰ء)

۲۴۔ مولوی عبدالحق، اردو صرف و نحو (دہلی، ۱۹۳۴ء)

۲۵۔ سیّد قائم رضا نسیم، اردو قواعد (لکھنؤ، ۱۹۳۶ء)

۲۶۔ جان محمد چوہان، جدید اردو قواعد و انشاء پردازی (لکھنؤ، ۱۹۵۰ء)

۲۷۔ مولوی امام الدین، تقویم القواعدِ اردو (لاہور، ۱۹۵۱ء)

۲۸۔ خواجہ محمد صدیق، نئی اردو قواعد (کراچی، ۱۹۵۲ء)

۲۹۔ سیّد قدرت نقوی، اساسِ اردو (ملتان، ۱۹۵۷ء)

۳۰۔ ابواللیث صدیقی، اردو قواعد (لاہور، ۱۹۵۸ء)

۳۱۔ تمنا عمادی مجیبی، افعال مرکبہ (کراچی، ۱۹۶۱ء)

۳۲۔ سیّد صفدر امام، تنزیہہ القواعد (لاہور، ۱۹۶۴ء)

۳۳۔ سیّد اشفاق حسین رمزی، عملی قواعد و انشاء (لاہور، ۱۹۶۵ء)

۳۴۔ ابوالحامد، ہماری نئی قواعدِ اردو (کراچی، ۱۹۶۹ء)

۳۵۔ حبیب ضیاء، دکنی زبان کی قواعد (کراچی، ۱۹۶۹ء)

۳۶۔ سونیا چرنکووا، اردو کے صیغے (ماسکو، قبل از ۱۹۷۰ء)

۳۷۔ ابواللیث صدیقی، جامع القواعد (لاہور، ۱۹۷۱ء) [حصۂ صرف]

۳۸۔ غلام مصطفی خاں، جامع القواعد (لاہور، ۱۹۷۳ء) [حصۂ نحو]

۳۹۔ محمد انصار اللہ، اردو صرف (علی گڑھ، ۱۹۷۵ء)

۴۰۔ محمد انصار اللہ، اردو نحو (علی گڑھ، ۱۹۷۵ء)

۴۱۔ سیّد وقار عظیم ودیگر، اردو قواعد و انشا (لاہور، ۱۹۷۷ء)

۴۲۔ سیّد انور حسین آرزو، نظامِ اردو (لکھنؤ، ۱۹۷۹ء)

۴۳۔ عصمت جاوید، نئی اردو قواعد (نئی دہلی، ۱۹۸۱ء)

۴۴۔ شوکت سبزواری، اردو قواعد (کراچی، ۱۹۸۲ء)

۴۵۔ اقتدار حسین خاں، اردو صرف و نحو (علی گڑھ، ۱۹۸۵ء)

۴۶۔ سونیا چرنکووا، اردو افعال (نئی دہلی، ۱۹۸۹ء)

۴۷۔ شفیع احمد صدیقی، اردو زبان و قواعد (نئی دہلی، ۱۹۹۱ء)

۴۸۔ رشید حسن خاں، انشا اور تلفظ (نئی دہلی، ۱۹۹۵ء)

—۴—

اردو قواعد نویسی کا جائزہ تاریخی (chronological) کے علاوہ موضوعی (thematic) اعتبار سے بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس جائزے میں قواعد نویسی کے مقاصد، غرض و غایت اور طریقِ کار سے بحث کی جاتی ہے۔ قواعد کسی نہ کسی مقصد کے حصول کے لیے لکھی جاتی ہے۔ مقاصد کئی طرح کے ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح قواعد نویسی کے دوران کئی طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ مقصد کا تعین طریقِ کار کے تعین میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ جب تک کہ مقصد واضح نہ ہو طریقِ کار کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ قواعد نویسی کے لیے مواد (corpus) کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ کسی معیاری زبان کی قواعد کی ترتیب کے لیے اوسطاً تعلیم یافتہ اہلِ زباں (native speakers) ہی بہترین مواد فراہم کرسکتے ہیں۔ قواعد کی ترتیب میں تحریری مواد سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ مواد کے بغیر کسی بھی طرح کی قواعد معرضِ وجود میں نہیں آسکتی۔ اگر مقصد، طریقِ کار اور مواد کو پیشِ نظر رکھیں تو قواعد کی کئی قسمیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً روایتی قواعد، ذولسانی قواعد، ہدایتی قواعد، امتناعی قواعد، توضیحی قواعد، تاریخی قواعد، عملی قواعد، ساختی قواعد، منظوم قواعد، حوالہ جاتی قواعد، معیاری قواعد، وغیرہ۔ ان میں سے اردو میں کئی طرح کی قواعدیں لکھی گئی ہیں، جن کا ذکر درج ذیل سطور میں کیا جاتا ہے:

۱۔ روایتی قواعد (traditional grammar)

اردو کی بیشتر قواعدیں روایتی طرز پر ڈھالی گئی ہیں۔ زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے بالعموم روایتی قواعدوں ہی کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ اسی لیے اسے درسی قواعد یا 'اسکول گرامر' (school grammar) بھی کہا جاتا ہے۔ روایتی قواعد نویسی کی بنیاد لاطینی (Latin) اور یونانی (Greek) جیسی کلاسیکی زبانوں کے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ اس قواعد کی رو سے الفاظ کو آٹھ (اور اکثر نو) زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے جنھیں 'اجزائے کلام' (parts of speech) کہتے ہیں جو یہ ہیں:

اسم (noun)، ضمیر (pronoun)، صفت (adjective)، فعل (verb)، متعلقِ فعل/ تمیز (adverb)، حرفِ جار (preposition)، حرفِ ربط (conjunction) اور فجائیہ (interjection)۔

روایتی قواعد درحقیقت ہدایتی (prescriptive) قواعد ہے جو زبان کو بروئے عمل لانے کے اصول متعین کرتی ہے، یعنی اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ لوگوں کو کیسے بولنا چاہیے (How people ought to speak)، نہ کہ لوگ کیسے بولتے ہیں (How people speak) دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قواعد زبان کے صحیح یا غلط ہونے کا معیار قائم کرتی ہے۔ اس قواعد کا طریقِ کار یہ ہے کہ یہ پہلے معیاری زبان کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کرتی ہے پھر اس کے اصول وضع کرتی ہے، اس کے بعد ان اصولوں کی پابندی پر اصرار بھی کرتی ہے۔ زیادہ تر اساتذہ ہی روایتی قواعد کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ اہلِ یورپ کی لکھی ہوئی بیش تر اردو قواعد کا انداز روایتی اور ہدایتی ہی رہا ہے۔ اردو میں مولوی عبدالحق (۱۹۶۱ء-۱۸۶۹ء) کی اردو قواعد (۱۹۱۴ء) کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی جو کہ ایک روایتی قواعد ہے۔ اس میں انھوں نے مکتوبی زبان کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے اور تقریری زبان سے صرفِ نظر کیا ہے۔ اس کتاب کے اب تک متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔

بیسویں صدی کے آغاز سے لسانیاتِ جدید (modern linguistics) کا ارتقا عمل میں آتا ہے اور اسی کے ساتھ تدریسِ زبان کے رویوں میں بھی نمایاں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور لسانیاتی تحقیقات و مطالعات کے زیرِ اثر مختلف قسم کی قواعدیں منظرِ عام پر آتی ہیں جس کے نتیجے میں روایتی قواعد کا چلن اسکولوں اور لسانی تربیتی مراکز میں بتدریج کم ہونے لگتا ہے۔ آج نت نئے انداز سے مادری و ثانوی، نیز غیر ملکی زبانیں سکھائی جارہی ہیں۔ جس میں نہ صرف لسانیات سے خاطر خواہ مدد لی جارہی ہے بلکہ لسانی معمل (language laboratory) بھی تدریسِ زبان کے لیے ناگزیر بنتا جارہا ہے۔

۲۔ توضیحی قواعد (descriptive grammar)

توضیحی قواعد روایتی یا ہدایتی قواعد سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ یہ کسی زبان کو اچھا یا برا نہیں بتاتی اور نہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ کسی زبان کا کون سا لفظ، فقرہ یا جملہ صحیح ہے اور کون سا غلط۔ اسے اس بات پر بھی اصرار نہیں کہ لوگوں کو کیسے بولنا چاہیے (How people ought to speak)، جو جس طرح سے بھی بولتا یا زبان کا استعمال کرتا ہے، توضیحی قواعد اس کو اسی طرح معروضی (objective) انداز میں بیان (describe) کر دیتی ہے۔ اسی لیے بعض ماہرینِ لسانیات اسے 'بیانیہ قواعد' بھی کہتے ہیں، لیکن اردو کے لسانیاتی ادب میں 'توضیحی قواعد' کی اصطلاح زیادہ مروّج رہی ہے۔ یہ قواعد لسانی اظہار کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ صادر نہیں کرتی۔ اس کی اسی خصوصیت کی بنا پر اسے غیر اقداری (non-judgmental) قواعد بھی کہتے ہیں۔ توضیحی قواعد کے ماہر کو ماہرِ لسانیات (linguist) کہا جاتا ہے۔

توضیحی قواعد کی ترتیب کا طریقِ کار یہ ہے کہ ماہرِ لسانیات سب سے پہلے متعلقہ زبان یا بولی کے بولنے والے (native speaker) سے رابطہ قائم کر کے اس سے اس کی زبان یا بولی کا نہایت صحت کے ساتھ مواد (corpus) حاصل کرتا ہے جو نمائندہ الفاظ، فقروں اور جملوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں لسانی مواد کو ریکارڈ کرنے کے لیے بالعموم ٹیپ ریکارڈ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جب حسبِ ضرورت لسانی مواد جمع ہو جاتا ہے تو اس کا لسانیات کی مختلف سطحوں، مثلاً صوتی، صرفی، نحوی، وغیرہ پر سائنسی و معروضی تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اسی تجزیے کی بنیاد پر اس زبان یا بولی کے اصولوں اور قاعدوں کو ترتیب دیا جاتا ہے جس سے توضیحی قواعد معرضِ وجود میں آتی ہے۔ توضیحی قواعد ایک قسم کا 'زبان واقعہ' ہے جس میں صرف زبان کی ساخت (structure) کی توضیح (description) پر پوری توجہ صرف کی جاتی ہے اور اصول دریافت کیے جاتے ہیں۔

اردو میں سب سے پہلی توضیحی قواعد عصمت جاوید نے نئی اردو قواعد (۱۹۸۱ء) کے نام سے لکھی۔[۱۶] اس میں اردو زبان کی توضیح لسانیات کی روشنی میں کی گئی ہے۔ اسی طرح کی ایک اور قواعد اقتدار حسین خاں کی اردو صرف و نحو (۱۹۸۵ء) ہے۔[۱۷] نصیر احمد خاں نے بھی

اردو ساخت کے بنیادی عناصر پر توضیحی نقطۂ نظر سے کام کیا اور کتاب شائع کی۔ انگریزی میں دکنی اردو کی توضیحی قواعد خطیب سیّد مصطفیٰ نے لکھی جو *A Descriptive Grammar of Dakkini* کے نام سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی۔[۱۸] سونیا چرنکووا کی کتاب اردو افعال (۱۹۶۹ء) بھی توضیحی قواعد کے زمرے میں آتی ہے۔

۳۔ تبادلی قواعد (transformational grammar)

تبادلی قواعد امریکی ماہرِ لسانیات نوم چامسکی (Noam Chomsky) کی ایجاد ہے۔ اس کی ابتدا چامسکی کی شہرۂ آفاق کتاب *Syntactic Structures* کی ۱۹۵۷ء میں اشاعت سے ہوتی ہے۔ تبادلی قواعد کا دوسرا نام 'تبادلی-تخلیقی قواعد' (transformational-generative grammar) ہے۔ اس قواعد نے لسانیات کی دنیا میں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا اور اس کی وجہ سے چامسکی کو محض ۲۹ سال کی عمر میں غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔

تبادلی قواعد کا ارتقا ساختی قواعد (structural grammar) کے ردِعمل کے طور پر عمل میں آیا۔ ساختی قواعد میں، جس کی نمائندگی لیونارڈ بلوم فیلڈ (۱۹۴۹ء-۱۸۸۷ء) کرتا ہے، زبان کی ساخت یا ہیئت ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے اور 'معنی' (meaning) کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے اگر دیکھیں تو ساختی قواعد ایک نوع کی 'بالا سطحی قواعد' (surface grammar) ہے جو زبان کی صرف بیرونی سطح سے سروکار رکھتی ہے۔ چامسکی کی تبادلی قواعد نہ صرف زبان کی بیرونی سطح یا ساخت (surface structure) سے تعلق رکھتی ہے، بلکہ اس کی اندرونی سطح یعنی معنی کی سطح (deep structure) کو بھی اپنے دائرۂ بحث میں لاتی ہے۔ عصمت جاوید لکھتے ہیں کہ ''چونکہ ساختی قواعد اپنا مطالعہ صرف بیرونی سطح تک محدود رکھتی ہے، اس لیے وہ ساخت کے اعتبار سے مماثل لیکن معنی کے اعتبار سے مختلف جملوں کی توضیح سے قاصر رہتی ہے۔ اس لیے تبادلی قواعد نویس زبان کی بالا سطحی قواعد کے ساتھ ساتھ اس کی تہہ نشین قواعد کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔''[۱۹] مثال کے طور پر عصمت جاوید حسبِ ذیل دو جملے پیش کرتے ہیں:

۱۔ احمد کی یاد نے ہمیں خوش کر دیا۔ ۲۔ احمد کی آمد نے ہمیں خوش کر دیا۔

عصمت جاوید جو ایک توضیحی قواعد نویس ہیں، کہتے ہیں کہ ''ساخت کے اعتبار سے یہ جملے مماثل ہیں، لیکن یہ مماثلت صرف سطحی ہے، کیوں کہ پہلے جملے میں معنوی سطح پر 'یاد' کا کام احمد نہیں انجام دے رہا ہے، جب کہ دوسرے جملے میں 'آمد' کا کام احمد سے صادر ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تہ نشین قواعد کی رو سے یہ دونوں جملے مختلف ہیں اور مختلف باتوں کی ترجمانی کر رہے ہیں۔''[۲۰]

تبادلی قواعد میں 'جملہ' بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اگر بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ قواعد ایک طرح سے جملہ سازی (sentence formation) کے فن سے عبارت ہے۔ اس قواعد کی رو سے ہر جملے کی تعمیر میں 'پسِ پردہ' کوئی نہ کوئی اصول یا قاعدہ (rule) ضرور کارفرما ہوتا ہے۔ کسی زبان میں جملوں کی تعداد لامحدود (infinite) ہوتی ہے، لیکن جن قاعدوں یا اصولوں کے تحت یہ جملے صورت پذیر ہوتے ہیں ان کی تعداد محدود (finite) ہوتی ہے۔ یہ اصول یا قاعدے انسانی لاشعور کا حصہ ہوتے ہیں۔ کسی زبان کا بولنے والا انھی اصولوں یا قاعدوں کو غیر شعوری طور پر بروئے عمل لاکر اپنی زبان کے لامحدود جملے تشکیل دے سکتا ہے۔ تبادلی قواعد انسانی لاشعور میں چھپے ہوئے انھی قاعدوں (Rule) کی دریافت ہے۔

تبادلی قواعد کی رو سے کسی زبان میں دو طرح کے جملے پائے جاتے ہیں: بنیادی یا اصلی جملے (kernal sentences) اور اشتقاقی جملے (derived sentences)۔ کسی زبان میں بنیادی جملوں کی تعداد محدود ہوتی ہے۔ یہ سادہ (simple)، ایجابی (affirmative)، اور بیانیہ (declarative) جملے ہوتے ہیں۔ طورِ معروف (active voice) سے تعلق رکھنے والے جملوں کا شمار بھی بنیادی جملوں ہی میں ہوتا ہے۔ بنیادی جملوں کو تبادلی قاعدوں (transformational rules) کے ذریعے غیر بنیادی (non-kernal) جملوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ کسی زبان کے استفہامیہ (interrogative)، منفی (negative)، مرکب و پیچیدہ (compound and complex)، نیز طورِ مجہول (passive voice) سے تعلق رکھنے والے جملے اشتقاقی یا غیر بنیادی

جملے کہلاتے ہیں جن کی تعداد لامحدود ہوتی ہے۔ تبادلی قواعد کا کام یہ ہے کہ ان جملوں کی تعمیر کے پسِ پردہ جو اصول یا قاعدے کارفرما ہوتے ہیں ان کا پتا لگائے۔ اسی باعث یہ 'اصول اساس قواعد' (rule-based grammar) کہی جاتی ہے۔ اردو زبان میں تا حال کوئی تبادلی قواعد معرضِ وجود میں نہیں آئی، تاہم عصمت جاوید اور اقتدار حسین خاں کی متذکرہ کتابوں میں اس سے متعلق کچھ حوالے ضرور مل جاتے ہیں۔

چامسکی کی تبادلی قواعد کے دو اہم حصے ہیں:

۱۔ ترکیبی ساخت قاعدے (Phrase Structure Rules = PS - Rules)، اور

۲۔ تبادلی قاعدے (Transformational Rules= T-Rules)۔

اوّل الذکر کو ترکیبی ساخت قاعدوں کی وجہ سے ترکیبی ساخت قواعد (Phrase Structure Grammar) بھی کہتے ہیں۔ اس قواعد کا جملے (sentence) کی ساخت سے گہرا تعلق ہے۔ دنیا کی بیشتر زبانوں میں جملے بالعموم دو جُزوی ہوتے ہیں۔ اردو میں بھی یہی صورتِ حال ہے۔ جملے کے پہلے جُزو کو 'مبتدا' اور دوسرے جزو کو 'خبر' کہتے ہیں۔ جملہ (ج) انھی دونوں اجزا سے مل کر ترکیب پاتا ہے۔ ترکیبی ساخت قواعد (PS Grammar) ان دونوں اجزا کو علی الترتیب NP، یعنی Noun Phrase اور VP یعنی Verb Phrase کہتی ہے۔ اردو میں ہم اسے علی الترتیب اسمی ترکیب (اس ت) اور فعلی ترکیب (فع ت) کا نام دے سکتے ہیں۔ ترکیبی ساخت قواعد میں مخففات کا استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ یہ قواعد جملے کی ساخت کے حسبِ ذیل قاعدوں (rules) کی یوں صراحت کرتی ہے:

$$S \rightarrow NP + VP$$

یعنی، ج ← اس ت + فع ت

(تیر ← کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک علامت کو دوسری علامت یا علامتوں میں بدل سکتے ہیں)۔

'احمد اسکول جاتا ہے' کی جملہ سازی کے لیے حسبِ ذیل قاعدے (rules) درکار ہوں گے:

ج ← اس ت + فع ت

اس ← اس

فع ت ← فع + اس ت

مذکورہ جملے میں جو الفاظ (lexicon) آئے ہیں ان کی صراحت یوں کی جاسکتی ہے: اِس = احمد؛ فع = جاتا ہے۔

اس جملے کی ترکیبی ساخت کو شجری ڈائی گرام یعنی، T (ree) Diagram کی شکل میں یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے:

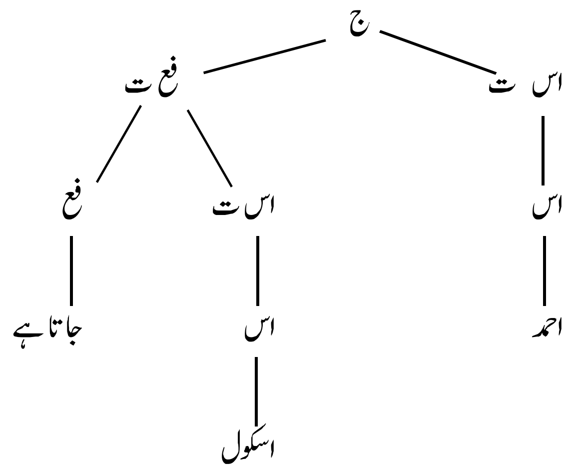

اس جملے کو اگر استفہامیہ (Interrogative) جملے میں بدلنا چاہیں یا طورِ معروف (Active) کو طورِ مجہول (Passive) میں تبدیل کرنا چاہیں تو اس کے لیے تبادلی قاعدے (T-Rules) درکار ہوں گے۔

۴۔ تاریخی قواعد (Historical Grammar)

جس طرح توضیحی قواعد گہرے طور پر توضیحی لسانیات (descriptive linguistics) سے علاقہ رکھتی ہے، اسی طرح تاریخی قواعد کا گہرا تعلق تاریخی لسانیات (historical linguistics)

سے مربوط ہے۔ تاریخی لسانیات کسی زبان میں عہد بہ عہد رونما ہونے والی صوتی، صرفی اور نحوی تبدیلیوں سے سروکار رکھتی ہے۔ تاریخی قواعد بھی کسی زبان کے قواعدی ڈھانچے میں امتدادِ زمانہ کے ساتھ تبدیلی کے عمل سے عبارت ہے۔ ہر زندہ زبان تبدیلی کے عمل سے گزرتی ہے۔ یہ تبدیلی زبان کی ہر سطح پر رونما ہوتی ہے۔ کسی زندہ زبان کی قواعد میں تاریخی تبدیلی ناگزیر ہے۔ تاریخی بنیادوں پر لکھی ہوئی قواعد کسی زبان کی صوتی سطح سے لے کر صرف ونحو تک پائی جانے والی تمام تبدیلیوں کو اپنے دائرہ بحث میں لاتی ہے اور ان تبدیلیوں کو بالعموم تین ادوار (stages) میں تقسیم کرتی ہے، مثلاً اردو زبان کی تاریخی قواعد کے حسبِ ذیل تین مراحل قرار دیے جاسکتے ہیں: (۱) قدیم اردو، (۲) درمیانی اردو، اور (۳) جدید اردو۔

تاریخی قواعد اپنا تمام تر مواد ماضی میں بولی جانے والی زبانوں سے اخذ کرتی ہے جو تحریری صورت میں پایا جاتا ہے۔ اسی لیے تاریخی قواعد میں پرانے زمانے کے کتبوں، قلمی نسخوں اور قدیم دستاویزات و تصانیف کی بے حد اہمیت ہے۔ تاریخی قواعد نویس کے لیے متعلقہ زبان کے رسم الخط اور اس میں عہد بہ عہد رونما ہونے والی تبدیلیوں سے واقفیت بھی نہایت ضروری ہے جس کے بغیر وہ اس سلسلے میں کوئی بھی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ تاریخی قواعد، توضیحی قواعد کی طرح کسی زبان کے قواعدی ڈھانچے کا ایک زمانی (synchronic) مطالعہ نہیں، بلکہ دو زمانی (diachronic) مطالعہ ہے۔ کسی زبان کے یک زمانی یعنی توضیحی مطالعے میں اس کی سابقہ حالت سے بحث نہیں کی جاتی، جب کہ دو زمانی یا تاریخی مطالعے میں اس زبان کی سابقہ حالت کے حوالے ہی سے گفتگو کی جاتی ہے، اور عہد بہ عہد رونما ہونے والی لسانی تبدیلیوں کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔

اردو میں تاریخی قواعد نویسی کی روایت تقریباً ناپید ہے۔ دکنی اردو کے حوالے سے کچھ کام ضرور ہوا ہے، لیکن وہ منتشر حالت میں ہے۔ البتہ کچھ عرصہ قبل ہندی کے ایک اسکالر شری رام شرما نے ہندی زبان میں (دیوناگری رسم الخط میں) دکنی اردو کے آغاز وارتقا پر **دکھنی ہندی کا اوبھواور وکاس** (۱۹۶۴ء) کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں تاریخی اصولوں (historical principles) کو برتا گیا تھا، لیکن اردو رسم الخط اور لسانیات سے واقف نہ ہونے

کی وجہ سے وہ اس کام کو بہ خوبی انجام نہ دے سکے۔ شری رام شرما کی متذکرہ کتاب کا حیدر آباد (دکن) کے غلام رسول نے اردو میں ترجمہ کیا اور اس کا نام دکنی زبان کا آغاز و ارتقا رکھا جب کہ اس کا نام دکنی اردو کا آغاز و ارتقا ہونا چاہیے تھا۔ یہ کتاب ۱۹۶۷ء میں حیدر آباد سے شائع ہوئی۔[۲۱]

راقم السطور نے اردو زبان کی پہلی تاریخی قواعد لکھی جو *Urdu Grammar: History and Structure* کے نام سے ۱۹۸۸ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ اس میں امیر خسرو (۱۳۲۵ء۔۱۲۵۳ء) سے لے کر میر تقی میر (۱۸۱۰ء۔۱۷۲۳ء) تک تقریباً ۶۰۰ سال کے دوران میں شمالی ہندوستان کی اردو کے قواعدی ڈھانچے میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، ان کا مبسوط تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور مواد کے لیے امیر خسرو کی شاعری کے علاوہ بکٹ کہانی (محمد افضل افضلؔ)، عاشور نامہ (روشن علی)، کربل کتھا (فضل علی فضلی)، قصۂ مہرافروز و دلبر (عیسوی خاں بہادر)، نوطرزِ مرصع (میر محمد حسین عطا خاں تحسین)، عجائب القصص (شاہ عالم ثانی) جیسی قدیم تصانیف اور میر جعفر زٹلی، فائز دہلوی، کرم علی، شاہ مبارک آبرو، شاہ حاتم، شرف الدین مضمون، شاکر ناجی، مرزا مظہر جانجاناں، سودا، میر درد، میر حسن اور میر تقی میر کی شعری تخلیقات کو بنیاد بنایا گیا ہے اور مواد کے تجزیے میں تاریخی لسانیات کے اصولوں کو برتا گیا ہے۔[۲۲]

۵۔ تقابلی قواعد (comparative grammar)

تقابلی قواعد میں کسی ایک زبان کی قواعد کا دوسری زبان (یا زبانوں) کی قواعد سے مماثلت کی بنیاد پر تقابل (comparison) کیا جاتا ہے، اور ان کے درمیان مشترک عناصر کا پتا لگایا جاتا ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک زبان کی قواعدی شکلیں دوسری زبان کی قواعد سے کس حد تک ملتی جلتی ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ متعلقہ دونوں زبانوں کی مشترک قواعدی شکلوں کا ارتقا ایک ہی ماخذ سے ہوا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم اردو اور ہندی کا موازنہ کریں تو ہمیں ان کے مابین بیش تر قواعدی خصوصیات مشترک نظر آئیں گی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں ہم اصل (cognate) زبانیں ہیں اور ان کا ماخذ ایک ہے، یعنی ان دونوں زبانوں کا ارتقا کھڑی بولی سے ہوا

ہے اور کھڑی بولی کی پیدائش ہند آریائی (Indo-Aryan) ماخذ سے ہوئی ہے، لیکن اردو اور عربی میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ یہ دونوں زبانیں دو مختلف لسانی خاندانوں (Language Families) سے تعلق رکھتی ہیں۔ اردو ایک ہند آریائی زبان ہے اور عربی کا تعلق سامی (Semitic) خاندان سے ہے، اسی لیے ان دونوں زبانوں کے قواعدی ڈھانچوں میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے یہ دونوں زبانیں غیر ہم اصل (Non-cognate) زبانیں کہی جاتی ہیں۔

اردو قواعد نویسی کے تاریخی جائزے سے پتا چلتا ہے کہ تقابلی قواعدیں زیادہ تر درسی ضروریات کے پیشِ نظر لکھی گئی ہیں جن میں دو یا تین زبانوں کے درمیان مماثلتوں کے علاوہ اختلافات (contrasts) کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ ایسی قواعدوں میں کیپٹن ولیم پرائس کی لکھی ہوئی *A Grammar of the three Principal Languages, Hindostanee, Persian and Arabic* اور ایڈورڈ ہنری پامر کی *A Simplified Grammar of Hindustani, Persian and Arabic* کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

۶۔ تخالفی قواعد (contrastive grammar)

تخالفی قواعد دو مختلف زبانوں کے قواعدی ڈھانچوں کے درمیان تضادات (contrasts) یا تخالفی عناصر کا پتا لگانے کے لیے لکھی جاتی ہے۔ یہ قواعد ثانوی یا غیر ملکی زبان کی تدریس میں بے حد معاون ثابت ہوتی ہے۔ مادری زبان (جو مبتدی کی پہلی زبان ہوتی ہے) کا متعلقہ ثانوی زبان سے قواعد کی مختلف سطحوں (بہ شمول صوتی سطح) پر موازنہ کیا جاتا ہے اور ان کے درمیان پائے جانے والے تضادات و اختلافات کو نشان زد کیا جاتا ہے۔ یہی تضادات یا تخالفی عناصر (contrastive elements) ثانوی زبان کی تحصیل میں مبتدی کے لیے مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں جن کی جانب استاد تدریسِ زبان کے دوران میں خصوصی توجہ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص کی مادری زبان انگریزی ہے اور وہ اردو سیکھنا چاہتا ہے تو اردو اس کے لیے ثانوی (یا غیر ملکی) زبان

ہوگی، چنانچہ اگر متذکرہ دونوں زبانوں کے صوتی نظام کا موازنہ کیا جائے تو پتا چلے گا کہ اردو میں بعض ایسی آوازیں پائی جاتی ہیں جو انگریزی صوتیات کا حصہ نہیں ہیں، مثلاً /خ/، /غ/ اور /ق/ کی آوازیں جو اردو صوتیات کا جزو لاینفک ہیں، لیکن انگریزی میں نہیں پائی جاتیں، لہٰذا ان آوازوں کو تخالفی عناصر کہا جائے گا۔ اردو زبان کی تدریس کے دوران استاد ان آوازوں کو سکھانے پر خصوصی توجہ دے گا کیوں کہ یہ آوازیں انگریزی بولنے والوں کی عادات کا حصہ نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ اردو کی بقیہ تمام آوازوں، مثلاً /ز/، /ژ/، /ش/، /ف/، وغیرہ کی تحصیل انگریزی گو مبتدیوں کے لیے نہایت آسان ہوگی کہ یہ آوازیں انگریزی زبان میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اردو میں لکھی ہوئی کوئی تخالفی قواعد تاحال میری نظر سے نہیں گزری ہے، البتہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی (علی گڑھ) کے شعبۂ لسانیات میں اس موضوع پر تحقیقی کام ضرور ہوا ہے، لیکن سارا مواد انگریزی میں ہے۔

۷۔ عملی قواعد (practical grammar)

عملی قواعد درسی ضروریات کے پیشِ نظر ترتیب دی جاتی ہے۔ یہ قواعد بنیادی طور پر مشقوں (exercises) اور عملی کاموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ عملی قواعد کو ترتیب دینے سے پہلے اس بات کا تعین ضروری ہوتا ہے کہ یہ قواعد کن طلبہ کے لیے ہوگی، نیز ان کی سابقہ معلومات، استعداد اور معیار کیا ہے۔ اسی لحاظ سے قواعدی ساختوں (grammatical structure) اور شکلوں (forms) کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ عملی قواعد میں دی ہوئی تمام مشقیں درجہ بند (graded) ہوتی ہیں، یعنی پہلے آسان مشقیں دی جاتی ہیں، پھر مشکل اور پھر زیادہ مشکل۔ عملی قواعد میں دی ہوئی تمام مشقوں کے جوابات بھی کتاب کے آخر میں دیے جاسکتے ہیں، جس سے طلبہ ان مشقوں کو استاد کی مدد کے بغیر بھی حل کر سکتے ہیں۔

عملی قواعد چونکہ طلبہ کے لیے ترتیب دی جاتی ہے، اس لیے اس میں جو مواد استعمال کیا جاتا ہے، وہ معیاری زبان ہی سے اخذ کیا جاتا ہے اور زبان کی صحت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اصطلاحیں

بالعموم روایتی قواعد سے لی جاتی ہیں۔ عملی قواعد کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: حصۂ صرف اور حصۂ نحو۔ حصۂ صرف میں مفرد الفاظ اور صرفی اصولوں سے بحث کی جاتی ہے، اور اسم اور اس کی حالت نیز جنس اور تعداد سے متعلق مشقیں بنائی جاتی ہیں اور عملی کام دیے جاتے ہیں۔

اردو میں عملی قواعد کی مثالیں بہت کم پائی جاتی ہیں، تاہم اہلِ یورپ نے جو اردو قواعد یں لکھی ہیں، ان میں سے بعض عملی قواعد کے زمرے میں آتی ہیں، مثلاً جیمز رابرٹ بیلن ٹائن (James Robert Ballantyne) نے ۱۸۳۸ء میں لندن سے جو اردو قواعد شائع کی تھی اس کا ایک حصہ قواعدی مشقوں کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ بیلن ٹائن کی اس قواعد کا نام ہے، *A Grammar of the Hindustani Language: Followed by series of Grammatical Exercises,etc.* ایک اور مستشرق سَر مونیئر ولیمز (Sir monier Williams) نے بھی اردو کی عملی قواعد لکھی جو *A Practical Hindustani Grammar* کے نام سے ۱۸۶۲ء میں لندن سے شائع ہوئی۔ سیّد اشفاق حسین رمزی نے اردو میں عملی قواعد و انشا لکھی جو ۱۹۶۵ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔

۸۔ تدریسی قواعد (pedagogical grammar)

تدریسی قواعد سے مراد وہ طریق کار ہے جو غیر مادری یا ثانوی زبان کی تدریس کے سلسلے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ قواعد مبتدی کو ثانوی زبان کو بہ روئے عمل لانے کا گر سکھاتی ہے۔ اس کا مقصد ثانوی یا غیر ملکی زبان کی تدریس میں معاونت کرنا ہے۔ یہ قواعد صرف ان لوگوں کے لیے مرتب کی جاتی ہے جو کسی زبان کو غیر مادری، ثانوی یا غیر ملکی یعنی اضافی (additional) زبان کی حیثیت سے سیکھنا چاہتے ہیں۔ اس میں وہی قواعدی شکلیں (grammatical forms) اور قواعدی نمونے (patterns) سکھائے جاتے ہیں جن کی افادیت ہوتی ہے اور جن کی تحصیل بھی آسان ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ قواعد کی بہت سی باریکیوں اور موشگافیوں کا علم اہلِ زباں (native speakers) کو وجدانی طور پر (intituively) حاصل ہوتا ہے۔ لیکن غیر اہلِ زباں (non-native

(speakers) کو ان باریکیوں کو سمجھنے میں خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تدریسی قواعد ایسے مسائل کا حل پیش کرتی ہے اور ایسا قواعدی مواد (grammantical content) تیار کرتی ہے جو مبتدیوں کے لیے عام فہم ہوتا ہے۔ تدریسی قواعد کی غرض و غایت میں یہ چیز بنیادی اہمیت کی حامل ہے کہ ثانوی زبان کا سیکھنے والا اس زبان کو بولنے میں روانی پیدا کرے اور اس کی درستی اور صحت کا خیال رکھے۔

تدریسی قواعد ایک لحاظ سے ہدایتی (prescriptive) اور توضیحی (descriptive) قواعد کے درمیان کی کڑی ہے۔ ہدایتی قواعد زبان کے صحیح استعمال کے جامع اصول وضع کرتی ہے اور اس کی پابندی پر اصرار بھی کرتی ہے۔ اس کے علی الرغم توضیحی قواعد صرف اس بات سے سروکار رکھتی ہے کہ لوگ کیسے بولتے ہیں (How people speak) اس کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ لوگوں کو کیسے بولنا چاہیے (How people ought to speak) زبان کی صحت کا معیار قائم کرنا توضیحی قواعد کا مقصد نہیں۔ تدریسی قواعد، ہدایتی اور توضیحی دونوں رویوں سے کچھ نہ کچھ لینا ضروری سمجھتی ہے۔ چونکہ ثانوی زبان سیکھنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ زبان کا صحیح استعمال کریں، لہٰذا ہدایتی قواعد کے وضع کردہ اصولوں کی پابندی ان پر لازم آتی ہے۔ دوسری جانب توضیحی قواعد کی روشنی میں انھیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اہلِ زبان کیسے بولتے ہیں اور معیاری زبان (اوسطاً تعلیم یافتہ طبقے کی مادری زبان) کس نہج پر کام کرتی ہے۔ ہر چند کہ ثانوی زبان کا سیکھنے والا اس زبان میں اہلِ زبان جیسی مہارت حاصل نہیں کرسکتا۔ تاہم اس کا ہدف (target) اہلِ زباں ہی کی زبان ہونا چاہیے۔

تدریسی قواعد اس طرح مرتب کی جاتی ہے کہ اس میں ثانوی یا غیر ملکی زبان کی تدریس سے متعلق وافر قواعدی مواد شامل کیا جاتا ہے۔ مثالیں اور مختصر قواعدی بحثیں (discussions) بہ کثرت دی جاتی ہیں اور مشقوں (practice exercises) سے بھی بھرپور کام لیا جاتا ہے جو ایک نئی زبان سیکھنے کے لیے ضروری ہے۔ تدریسی قواعد حوالہ جاتی قواعد (reference grammar) کی طرح قواعد کا صرف بیان نہیں جس میں لسانیاتی معلومات و اصطلاحات کی بھرمار ہوتی ہے۔ تدریسی قواعد متعلقہ ثانوی زبان کی قواعد کی نظری معلومات (theoretical

knowledge) بہم نہیں پہنچاتی، بلکہ قواعدی بصیرت (grammatical insight) دیتی ہے جو ثانوی زبان کی تحصیل کے لیے ناگزیر ہے۔

ہر چند کہ اہلِ یورپ کی لکھی ہوئی اردو قواعدیں روایتی اور ہدایتی انداز کی ہیں، تاہم ان میں سے بعض قواعدیں تدریسی قواعد کے زمرے میں رکھی جاسکتی ہیں۔ ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو سکھانے کے لیے جو کتابیں تیار کی جاتی ہیں ان میں اردو رسم الخط کی تدریس پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین لینگویجز (CIIL) اور نیشنل کونسل فار ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (NCERT) اور بعض دوسرے سرکاری وغیر سرکاری اداروں اور انجمنوں نے غیر اردو داں کو اردو سکھانے کے لیے جو درسی کتابیں (textbooks) تیار کی ہیں ان میں تدریسی قواعد کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

۹۔ حوالہ جاتی قواعد (References Grammar)

حوالہ جاتی قواعد کسی زبان کو مادری زبان کے طور پر بولنے والوں کے لیے مرتب کی جاتی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ مادری زبان کے بولنے والے اگر اپنی زبان کی صرف ونحو یا قواعد کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو وہ اس قواعد کے مطالعے سے حاصل کرسکتے ہیں۔ اس میں زبان کی صحت اور الفاظ کے محلِ استعمال سے واقفیت پر خاصا زور دیا جاتا ہے، اور زبان و بیان کے مسائل اور قواعد کی بحثوں یعنی جملے کے اجزا اور ساخت وغیرہ پر وضاحت کے ساتھ مع مثالوں کے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اردو کے حوالے سے رشید حسن کی کتاب زبان اور قواعد (۱۹۷۶ء) کسی حد تک حوالہ جاتی قواعد کہی جاسکتی ہے۔ اس میں الفاظ کے درست اور برمحل استعمال پر مواد زیادہ ہے۔[۲۳] ان کی ایک دوسری مختصر سی کتاب انشا اور تلفظ (۱۹۹۵ء) ہے۔[۲۴] یہ حوالہ جاتی قواعد اس لیے کہی جاسکتی ہے کہ اس میں جملہ سازی کے مسائل سے مع مثالوں کے بحث کی گئی ہے اور عبارت کی خوبیوں اور خامیوں کی جانب اردو بولنے والوں کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں آسی ضیائی کی تصنیف درست اردو (۱۹۹۳ء)[۲۵] کو بھی حوالہ جاتی قواعد کا

درجہ دیا جاسکتا ہے کہ اس میں بھی زبان کی صحت و درستی سے متعلق خاصا مواد یک جا کر دیا گیا ہے۔

اردو قواعد نویسی کے اس مفصل تاریخی و موضوعی جائزے سے پتا چلتا ہے کہ اردو قواعد نویسی کی روایت برِصغیر ہندوپاک کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں نہ صرف قدیم ہے، بلکہ جامع بھی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اردو قواعد نویسی کی روایت کو قائم کرنے اور اسے توسیع دینے میں اہلِ یورپ نے نہایت اہم اور نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حواشی

۱۔ دیکھیے جین فلپ ووگل (Jean Philippe Vogel) کا مضمون *Joan Josua Ketelaar of Elbing, author of the first Hindustani Grammar* مشمولہ بلیٹن آف دی اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز (BSOS)، لندن، جلد ۸، شمارہ ۳/۲ (*Indian and Iranian Studies, Presented to Sir George Grierson*)، ص ۸۲۲-۸۱۷، بابت ۱۹۳۶ء۔

۲۔ ملاحظہ ہو: تیج کرشن بھاٹیا (Tej K. Bhatia)، *A History of the Hindi Grammatical Tradition: Hindi-Hindustani Grammar, Grammarians, History and Problems* (لائیڈن: ای، جے- برِل، ۱۹۸۷ء)۔

۳۔ دیکھیے گوپی چند نارنگ کا مضمون ’’اورنگ زیب کے زمانے کی اردو نثر اور ’ہندستانی‘ یعنی اردو زبان کی پہلی گرامر‘‘، مطبوعہ شش ماہی مخزن (لاہور)، شمارۂ مسلسل ۲۲، جلد ۱۱، شمارہ ۲ بابت ۲۰۱۱ء ص ۳۷-۲۵۔

۴۔ بہ حوالہ ابوسلمان شاہجہان پوری (مرتب)، کتابیاتِ قواعدِ اردو (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)، ص ۷۔

۵۔ جان گِل کرسٹ کی اس قواعد کے سرورق کے درمیانی حصے میں مصنف کے نام کے نیچے مرزا محمد رفیع سوداؔ کے حسبِ ذیل دو اشعار رومن اور اردو رسم الخط میں درج ہیں:

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منھ میں زباں ہے
میں حضرتِ سودا کو سنا بولتے یارو اللہ ہی اللہ کہ کیا نظم و بیاں ہے

۶۔ جان شیکسپیئر (John Shakespear)، *A Grammar of the Hindustani Language*، (لندن، ۱۸۲۶ء)، ص ۱۹، تیسرا ایڈیشن۔

۷۔ ایضاً، ص ۲-۱۔

۸۔ سر مونیئر مونیئر-ولیمز (Sir Monier Monier-Williams)، *A Practical Hindustani Grammar: containing the accidence in Roman type,...* (لندن: لانگ مین، ۱۸۶۲ء)، ص ۳۶۔

۹۔ ایضاً، ص ۱۲۔

۱۰۔ جارج اسمال (George Small)، *A Grammar of the Urdu or Hindustani Language in its Romanized Character.* (کلکتہ: تھیکر، اسپنک اینڈ کمپنی، ۱۸۹۵ء)، "Preface"، ص VIII۔

۱۱۔ سونیا چرنکووا، اردو افعال (۱۹۸۹ء) میں ’’کتابیات‘‘ کے تحت انگریزی کتابوں کی جو فہرست دی ہے اس میں راقم السطور کی اردو قواعد پر کتاب *Urdu Grammar: History and Structure* (نئی دہلی: باہری پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء) بھی شامل ہے۔

۱۳۔ سونیا چرنکووا نے ۱۹۸۹ء میں ہندوستان میں اپنے قیام کے دوران میں راقم السطور سے اردو قواعد کی بہت سی باریکیوں پر تبادلۂ خیال کیا۔

۱۴۔ عبدالغفار شکیل، ’’سرسیّد کی اوّلین اور غیر مطبوعہ تصنیف (ایک تعارف)‘‘، مشمولہ لسانی و تحقیقی مطالعے از عبدالغفار شکیل (علی گڑھ: شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، ۱۹۷۵ء)۔

۱۵۔ اس فہرست سازی میں ابوسلمان شاہجہان پوری کی مرتبہ کتاب کتابیات قواعدِ اردو (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۶۔ عصمت جاوید، نئی اردو قواعد (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۱ء)۔

۱۷۔ اقتدار حسین خاں، اردو صرف و نحو (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء)۔

۱۸۔ خطیب ایس مصطفیٰ، *A Descriptive Grammar of Dakkini* (نئی دہلی: منشی رام منوہر لال پبلشرز پرائیوٹ لمیٹڈ، ۲۰۰۰ء)۔

۱۹۔ عصمت جاوید، محولۂ بالا، ص ۱۷۔

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۷۔

۲۱۔ غلام رسول، دکنی زبان کا آغاز اور ارتقا، ترجمہ (حیدرآباد: آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈمی، ۱۹۶۷ء)

۲۲۔ مرزا خلیل احمد بیگ، *Urdu Grammar: History and Structure* (نئی دہلی: باہری پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء)

۲۳۔ رشید حسن خاں، زبان اور قواعد (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۷۶ء)، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء۔

۲۴۔ رشید حسن خاں، انشا اور تلفظ (نئی دہلی: مکتبہ پیامِ تعلیم، جامعہ نگر، ۱۹۹۵ء)۔

۲۵۔ آسی ضیائی، درست اردو (دہلی: مرکزی مکتبۂ اسلامی، ۱۹۹۳ء)۔

مآخذ

۱۔ اسمال، جارج، (George Small)، *A Grammar of the Urdu or Hindustani Language in its Romanized Character.* کلکتہ: تھیکر، اسپنک اینڈ کمپنی، ۱۸۹۵ء۔

۲۔ بیگ، مرزا خلیل احمد، *Urdu Grammar: History and Structure*، نئی دہلی: باہری پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء۔
۳۔ بھٹیا، تیج کرشن، (Tej K. Bhatia)، *A History of the Hindi Grammatical Tradition: Hindi-Hindustani Grammar, Grammarians, History and Problems*، لائیڈن: ای۔ جے۔ برل، ۱۹۸۷ء۔
۴۔ جاوید، عصمت، نئی اردو قواعد، نئی دہلی: ترقیٔ اردو بیورو، ۱۹۸۱ء۔
۵۔ چرنگووا، سونیا، اردو افعال، دہلی: ترقیٔ اردو بیورو، ۱۹۸۹ء۔
۶۔ خاں، اقتدار حسین، اردو صرف و نحو، نئی دہلی: ترقیٔ اردو بیورو، ۱۹۸۵ء۔
۷۔ خاں، رشید حسن، انشا اور تلفظ، نئی دہلی: مکتبہ پیامِ تعلیم، ۱۹۹۵ء۔
۸۔ ــــــــ، زبان اور قواعد، نئی دہلی: ترقیٔ اردو بیورو، ۱۹۷۶ء، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء۔
۹۔ رسول، غلام، دکنی زبان کا آغاز اور ارتقا، ترجمہ، حیدرآباد: آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈمی، ۱۹۶۷ء۔
۱۰۔ شاہجہان پوری، ابوسلمان (مرتب)، کتابیاتِ قواعدِ اردو، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔
۱۱۔ شکیل، عبدالغفار، سرسید کی اوّلین اور غیر مطبوعہ تصنیف (ایک تعارف)، مشمولہ لسانی و تحقیقی مطالعے از عبدالغفار شکیل، علی گڑھ: شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، ۱۹۷۵ء۔
۱۲۔ شیکسپیئر، جان، (John Shakespear)، *A Grammar of the Hindustani Language* تیسرا ایڈیشن، لندن، ۱۸۲۶ء۔
۱۳۔ ضیائی، آسی، درست اردو، دہلی: مرکزی مکتبۂ اسلامی، ۱۹۹۳ء۔
۱۴۔ مصطفیٰ، خطیب ایس، *A Descriptive Grammar of Dakkini*، نئی دہلی: منشی رام منوہر لال پبلشرز پرائیوٹ لمیٹڈ، ۲۰۰۰ء۔
۱۵۔ ولیمز، سر مونیئر مونیئر، (Sir Monier Monier-Williams)، *A Practical Hindustani Grammar: containing the accidence in Roman type,...*، لندن: لانگ مین، ۱۸۶۲ء۔

رسائل و جرائد

۱۔ بلیٹن آف دی اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز (BSOS)، جلد ۸، شمارہ ۲/۳ (*Indian and Iranian Studies, Presented to Sir George Grierson*)، بابت ۱۹۳۶ء۔
۲۔ شش ماہی مخزن (لاہور)، شمارہ ۲ بابت ۲۰۱۱ء۔